صاحبزادہ محمد بنوری

حضرت اباّ جان کا آخری سفر

۷/اکتوبر کی شام بعد نماز عصر ابا جان رحمۃ اللہ علیہ گھر کے صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے، میں چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھا تھا، فرمایا ۱۳/اکتوبر جمعرات کو اسلامی کونسل کے اجلاس کے لئے اسلام آباد جانا ہے، تمہارا کیا ارادہ ہے؟ چونکہ مجھے ۱۸ کو لاہور جانا ہی تھا، تو میں نے عرض کیا کہ اس دفعہ میں آپ کے سفر میں ساتھ ہوں گا۔ آپ ۱۷ کو اجلاس سے فارغ ہوکر کراچی تشریف لے آئیں گے اور میں اگلی صبح لاہور چلا جاؤں گا، بہت ہی خوش ہوئے، فرمایا: بہت ہی اچھا رہے گا۔ اس سے قبل بھی حرمین شریفین میں نیز افغانستان اور اندرون ملک بھی ساتھ سفر کی سعادت نصیب ہوئی، لیکن بطور خادم کے یہ میرا پہلا سفر تھا۔ کیا معلوم تھا کہ: میرا یہ ان کے ساتھ آخری سفر ثابت ہوگا۔ ان کی زیارت کرکے جو سکون نصیب ہوتا تھا اور نالۂ سحری کی دعاؤں سے جو ہمارے لئے نجات کا ذریعہ تھیں اور اس عظیم نعمت سے جن کا دنیا میں کوئی بدل نہیں اور یوں پلک جھپکتے ہی محروم ہوجائیں گے اور آہ! ان کو مدظلہ کی بجائے ہمیں رحمۃ اللہ لکھنا پڑے گا۔ ان کی چند یوم کی مفارقت ہمارے واسطے ناقابل برداشت ہوتی تھی۔ وہ آج ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئے اور اب ہمارے واسطے رضاء بالقضاء کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں۔ **ان للہ مااخذ ولہ مااعطی ولکل شئی عندہ الی اجل مسمٰی۔**

جمعرات ۱۳/اکتوبر ۱۹۷۷ء صبح کی پہلی فلائٹ سے اسلام آباد روانہ ہوئے۔ مولانا تقی صاحب بھی اسی جہاز میں ہمراہ تھے، ایک گھنٹہ تیس منٹ کی پرواز کے بعد دس بجے کے قریب اسلام آباد پہنچے۔ حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے لئے جہاز کے پاس کرسی لائی گئی، ابا جان رحمۃ اللہ علیہ اس میں لاؤنج میں تشریف لے گئے۔ سامان میں کافی تاخیر ہوئی، فرمارہے تھے کہ: تعجب ہے اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ ایئرپورٹ پر قاری سعید الرحمٰن صاحب بھی موجود تھے۔ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ اپنی قیام گاہ ایم این اے ہاسٹل پہنچے۔ وضو فرمایا۔ چائے نوش فرمائی اور اجلاس

میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ دو بجے کے قریب واپسی ہوئی۔ ظہر کی نماز ادا کی اور آرام فرمایا۔ چار بجے بیدار ہوئے۔ وضو فرمایا اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پنڈی سے کچھ حضرات ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے' ان سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ چائے پی۔ اور پانچ بجے شام کی نشست میں تشریف لے گئے۔ نو بجے قیام گاہ تشریف لائے۔ عشاء کی نماز پڑھائی اور کھانا تناول فرمایا۔ تھوڑی دیر مطالعہ فرمایا۔ رات گیارہ بجے کے قریب مفتی محمود صاحب کا پنڈی سے فون آیا' ان سے کچھ دیر گفتگو فرمائی۔ صبح حسب معمول تہجد کے لئے بیدار ہوئے۔ (ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کا تہجد کا معمول بچپن سے تھا اور آخری وقت تک رہا۔ سفر و حضر میں بھی اہتمام فرماتے تھے اور خاص وقت میں بڑے سوز و گداز کے ساتھ دعائیں فرماتے)۔

مجھے نماز فجر کے لئے اٹھایا اور اس کے بعد چائے نوش فرمائی۔ (فجر کی نماز سے قبل کافی یا چائے پینے کا معمول تھا) اور مجھ سے فرمایا کہ: تم اس وقت پہاڑی کی سیر کر آؤ۔ پھر ناشتہ کریں گے۔ چنانچہ واپسی کے بعد ناشتہ فرمایا اور اجلاس میں شرکت کے لئے سوا نو بجے کے قریب تشریف لے گئے۔ مجھ سے کہا کہ: تم پنڈی میں جمعہ پڑھ لو۔ مولانا مفتی محمود صاحب کو میرا سلام کہنا۔ اپنی مصروفیات کی وجہ سے ملاقات نہ کرسکا' اس کا عذر کر دینا۔ میں رات کو واپس آیا تو خلاف معمول اجلاس کافی طویل ہو گیا تھا۔ میں نے فون کیا۔ معلوم ہوا کہ ابھی تھوڑی دیر میں اجلاس ختم ہوگا۔ دس بجے کے قریب تشریف لائے۔

مولانا مفتی زین العابدین صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے، ان سے ملاقات فرمائی اور تھوڑی دیر تخلیہ فرمایا۔ قاری سعید الرحمٰن صاحب [1] پنڈی سے بالٹی گوشت لائے تھے' کھانا تناول فرمایا اور کافی دیر مجھ سے اور قاری صاحب سے باتیں فرماتے رہے۔ گیارہ بجے کے قریب قاری صاحب واپس تشریف لے گئے۔ (اس قدر مصروفیات کے باوجود ذرہ بھر چہرہ پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں نہ تھے) گیارہ بجے کے قریب آرام فرمایا۔ صبح حسب معمول تہجد ادا فرمائی اور مجھے نماز فجر کے لئے اٹھایا اور نماز فجر کی امامت فرمائی۔ (کسے معلوم تھا یہ آپ زندگی کی آخری امامت فرما رہے ہیں اور ہمیں پھر ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوگی) چائے نوش فرمائی اور کام میں مشغول ہوگئے۔ آٹھ بجے کے قریب ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مخلص دوست پنڈی سے ناشتہ لائے تھے۔ ناشتہ تناول فرمایا اور ان سے عذر کر کے کہ مجھے کچھ کام کرنا ہے' اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے سوا نو بجے کے قریب میں ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو فرمایا کہ: گلے میں کچھ قسم کی تکلیف ہو رہی ہے۔ ان کے ساتھ دوائیوں کا بیگ جو مستقل رہتا تھا فرمایا کہ: اس میں سے فلاں دوا کھلا دو۔

(۱)......ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی پنڈی تشریف آوری پر میزبانی کی ہمیشہ سعادت حاصل کرتے اور آخر وقت میں بھی سعادت حاصل کی۔

چنانچہ حسب ارشاد وہ دوائی کھلادی گئی۔ میرے دل میں کھٹکا سا لگا کہ کہیں یہ دل کی تکلیف نہ ہو۔ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ بلڈ پریشر کے مستقل مریض تو تھے ہی، اس سے دو سال قبل دل کی تکلیف ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ: رات کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی تھی؟ فرمایا: اجلاس کے دوران تھوڑی دیر کے لئے بایاں ہاتھ سن ہو گیا تھا۔ میں یہ سن کر گھبرایا، اتفاقاً ایک ڈاکٹر ہاسٹل میں آیا ہوا تھا، اس کو بلایا، اس نے بلڈ پریشر چیک کیا اور کہا کہ لو ایک سو دس درجہ تک ہے جو اصلی حالت سے تیس درجے بڑھا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قریبی ہسپتال سے دل کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کو بلالیا جائے، فرمایا کہ: اس کی حاجت نہیں، ریاحی ہی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: مجھے اس کو دکھلا کر اطمینان ہو جائے گا۔ فرمایا جیسے تمہاری رائے ہو۔

اسی وقت مولانا عبداللہ صاحب اسلام آباد والے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے، میں نے ساری صورتحال بتلادی۔ انہوں نے فوراً پولی کلینک میں ڈاکٹر سید شوکت سے رابطہ قائم کیا اور ہسپتال لے جانے کا مشورہ ہوا، چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب کی کار میں ہسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت تین روز ہسپتال میں آرام فرمائیں۔ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمایا، ڈاکٹر نے مجھ سے علیحدہ میں کہا کہ قلب پر اثر پڑا ہے اور تین روز شدید احتیاط کی ضرورت ہے اور دوائی دے دی۔ قیام گاہ واپس تشریف لائے، دوا کھلائی اور تمام پروگرام منسوخ کر دیئے اور آرام فرمایا۔ ڈیڑھ بجے کے قریب میں کمرہ میں گیا تو کچھ کھانے کو طلب فرمایا۔ دلیہ جو موجود تھا، پیش کیا گیا، وہ تناول فرمایا۔ مجھ سے فرمایا کہ: اب تک سر پر بوجھ محسوس ہو رہا ہے، میں نے عرض کیا کہ: انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔

وضو فرمانے کے لئے حمام تشریف لے گئے تاکہ ظہر کی نماز ادا کر سکیں۔ اتفاق سے اس وقت سوائے ایک صاحب کے اور کوئی موجود نہیں تھا۔ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ وضو فرما کر باہر تشریف لائے، میں دوسرے کمرے میں تھا، اتنے میں ان صاحب نے آواز دی، جلدی آؤ۔ میں گیا تو اس وقت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ پر بے ہوشی طاری تھی، مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ میں اپنی اس کیفیت کو ضبط تحریر میں نہیں لاسکتا اور نہ اس کیفیت کا اظہار ممکن ہے، میں بہت ہی گھبرایا اور بدحواسی کے عالم میں ابا جان ابا جان پکارتا رہا اور ہلایا بھی، لیکن بے سود۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ آج میرے محسن و مشفق باپ مجھ سے روٹھ گئے اور اب شاید جدائی کا وقت قریب آپہنچا ہے۔

میں نے ہسپتال میں ڈاکٹر کو فون کرنا چاہا، لیکن مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ میں دل میں دعا کر رہا تھا یا ارحم الراحمین تو مجھ سے میرے عظیم مشفق باپ کو جدا نہ کرنا اور ان کے وجود کی صورت جو عظیم نعمت میسر ہے، وہ ہم سے ہماری بداعمالیوں کے سبب چھین نہ لے۔ میں اسی پریشانی کے عالم میں کمرے کے باہر کھڑا تھا، اتنے میں مفتی سیاح الدین صاحب جسٹس چیمہ کی کار میں آئے، میں نے فوراً ان کو اس ناگہانی حادثہ کی اطلاع کی۔

چیمہ صاحب مفتی صاحب کے ہمراہ فوراً کمرے میں ابا جان کے پاس آئے' ابا جان اس وقت ہوش میں آ چکے تھے۔ انہوں نے سلام کیا' ابا جان نے سلام کا جواب دیا اور زبان مبارک پر استغفر اللہ' انا للہ کا تکرار جاری تھا اور اپنی اس تکلیف کا نہ شکوہ تھا نہ شکایت۔ اپنے رب کی طرف کامل متوجہ تھے۔ اتنے میں مولانا تقی صاحب اور قاری سعید الرحمٰن صاحب بھی آ گئے۔

ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: نئی کیفیت ہے اور شدید حملہ ہے۔ میرے متعلق فرمایا: اس سے کہو گھبرائے نہیں' اللہ اس کے ساتھ ہے۔ ہسپتال لے جانے کا مشورہ ہوا۔ سی ایم ایچ پنڈی لے جانا طے پایا اور انتظامات کر لئے گئے۔ ابا جان سے عرض کیا کہ: ہسپتال لے جانا طے ہوا ہے۔ فرمایا: ڈاکٹر نہیں سمجھ سکیں گے۔ غالباً یہ بھی فرمایا کہ: میں جا رہا ہوں۔ سی ایم ایچ سے کافی دیر کے بعد بھی ایمبولینس نہیں پہنچ سکی۔ آخر پولی کلینک اسلام آباد کی ایمبولینس میں لے جانے کے لئے ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میں اور قاری سعید الرحمٰن صاحب اور مولانا تقی عثمانی صاحب آئے اور عرض کیا: گاڑی آ گئی۔ فرمایا: جیسے تمہاری مرضی اور ہسپتال چلنے پر آمادہ ہو گئے اور مجھ سے کہا کہ: وضو کرا دو اور کپڑے تبدیل کر دو۔ کیونکہ پسینہ اس قدر آ رہا تھا جیسے کسی نے پانی ڈال دیا ہو۔ رنگ تو بالکل سفید ہو چکا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ: یہاں وضو کرانے میں آپ کو تکلیف ہوگی۔ (کیونکہ ابا جان اس وقت بالکل حرکت کے قابل نہ تھے)۔ اور ہسپتال میں سارا انتظام ہوگا اور تھوڑی دیر میں پہنچ ہی جاتے ہیں۔ فرمایا: اچھا اور ہم ہسپتال لے گئے۔

مجھے اس وقت بے حد صدمہ ہوا کہ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابھی تک ایمبولینس روانہ ہی نہیں ہوئی' جبکہ منتظمین بار بار فون پر بتلا رہے تھے کہ گاڑی روانہ کر دی گئی۔ جس مریض کے لئے ایک ایک منٹ کی غفلت بھی خطرے سے خالی نہیں تھی اور جس کی زندگی پورے ملک وملت کے لئے نہایت ہی قیمتی تھی' اس کے لئے اتنی شدید غفلت سمجھ سے بالاتر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابا جان کو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اور ڈاکٹروں نے ملاقات پر شدید پابندی لگا دی۔ رات ساڑھے نو بجے مجھے اور مولانا مفتی زین العابدین صاحب کو اندر جانے کی اجازت ملی تو اس وقت ابا جان کو آکسیجن لگائی ہوئی تھی۔ ہمیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ: ڈاکٹروں نے نظر بند کر دیا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ: اللہ ہم پر فضل فرمائیں اور واپس آ گئے۔ ہسپتال کے باہر دو آدمی اور گاڑی چھوڑ دی' تاکہ کسی ناگہانی ضرورت کے وقت ہمیں اطلاع مل جائے۔ رات ساڑھے گیارہ بجے ہسپتال سے مزید دوائیاں منگوائی گئیں جو پہنچا دی گئیں' دوسرے دن صبح دس بجے کے قریب مجھے دوبارہ دیکھنے کے لئے اجازت ملی' میں اندر گیا' ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ سے

مجھے قریب بلایا اور فرمایا کہ: کل سے میں نے قضاء حاجت نہیں کی، کیونکہ جس طرح ڈاکٹر کرانا چاہتے ہیں، وہ میں نے پسند نہیں کیا اور جس طرح میں کرنا چاہتا تھا اس کی ڈاکٹروں نے اجازت نہیں دی۔ اب میں صبح فارغ ہوا ہوں اور اب پھر کل کی طرح تکلیف محسوس ہو رہی ہے، لیکن ہلکی ہلکی۔ تم کراچی لے جانے کا انتظام کرلو۔

میں نے عرض کیا کہ کراچی سے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب (جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کے معالج خصوصی اور ابا جان رحمۃ اللہ علیہ سے بہت تعلق تھا اور ابا جان رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے مانوس تھے) کراچی سے آج شام پہنچ جائیں گے۔ ان سے مشورہ کرلیا جائے گا۔ میں اجازت لے کر واپس باہر آیا، کیونکہ مجھے وہاں پر ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی اور اللہ کے سپرد کردیا۔ آہ! یہ میرے ساتھ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی آخری گفتگو تھی۔ کسے معلوم تھا کہ اب ہمیں ان کی گفتگو سننا نصیب نہ ہوگی۔ شام کو ڈاکٹر عبدالصمد صاحب کراچی سے تشریف لے آئے اور گیارہ بجے ابا جان کا معائنہ کیا اور مجھ سے کہا کہ ان کو ایمرجنسی روم میں مزید تین روز رہنا پڑے گا اور ایک مہینہ تک سفر کے قابل نہیں ہوں گے۔ تم صبح ساڑھے آٹھ بجے قاری سعید الرحمن صاحب کے ساتھ بریگیڈیئر کے ڈی حسن سے مل لینا اور ان سے کرنل لطیف اختر کی بجائے کرنل ذوالفقار صاحب کے معالج ہونے کی درخواست کرنا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ: اس وقت تو کوئی تشویش کی بات نہیں، لیکن آئندہ چند روز شدید احتیاط کی ضرورت ہوگی اور یہ بھی کہا: ابا جان سے جب میں نے مکمل آرام کی درخواست کی تو فرمایا کہ: اب میں نہیں اٹھوں گا۔ (کسے معلوم تھا کہ بے شک چند لمحوں کے بعد وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے اور واقعی وہ کبھی نہیں اٹھیں گے)۔

صبح ساڑھے آٹھ بجے بریگیڈیئر سے ملاقات کی، انہوں نے ہماری درخواست کو قبول کیا اور مجھ سے کہا کہ: تم ہسپتال تو نہیں گئے؟ میں نے کہا کہ: میں گیا نہیں ہوں، ابھی جاؤں گا۔ میں اس کے اس اشارہ کو سمجھ نہ سکا۔ قاری صاحب کو تنہائی میں ابا جان کے سانحہ وفات کی خبر بتلائی۔ میں ہسپتال پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ صبح پانچ بجے رحلت فرما چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! لیکن ہمیں اتنی تاخیر کی اطلاع سے اور شدید صدمہ ہوا، لیکن کیا کرسکتے تھے۔ سوائے رضاء بالقضاء کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ یہاں پر دو واقعات لکھ دوں: ابا جان رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ: میں مرتے وقت تک بولتا رہوں گا، میرے بولنے سے اندازہ مت لگاؤ کہ میری صحت کتنی گرگئی ہے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ پاک سے میں یہی دعا کرتا ہوں کہ جب تک میری حیات باقی ہو، کسی کا محتاج نہ بنوں اور میری زندگی اگر مقدر ہو تو چار چیزوں کے ساتھ۔ ۱:... صحت ۲:... قوت ۳:... ہمت ۴:... توفیق مرضیات۔ فرمایا یہی چاروں چیزیں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔

اللہ پاک نے ان کی دونوں تمنائیں پوری فرمائیں اور آخر وقت تک کسی کے محتاج نہیں رہے اور آخر وقت تک بولتے رہے۔ آخر وقت میں کیا ہوا' کیا نہیں ہوا' اس کی ہمیں کچھ خبر نہیں' کیونکہ ہم میں سے کسی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں تھی' لیکن ایک صاحب نے آخر وقت کی تفصیل ہسپتال والوں سے معلوم کی تو معلوم ہوا کہ صبح ساڑھے چار بجے بیدار ہوئے۔ وضو فرمایا اور متعین ڈاکٹر سے فرمایا کہ: تکلیف ہورہی ہے۔ اس نے فوراً انجکشن لگانا چاہا تو منع فرمایا کہ: بس میرا عالم بالا سے رابطہ قائم ہو چکا ہے، جارہا ہوں اور وصال فرما گئے۔ کراچی لے جانے کے انتظامات کئے گئے۔ بارہ بجے کے قریب جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ میں غسل دیا گیا اور تکفین کی گئی۔ تین بجے نماز جنازہ ہوئی۔ پانچ بجے کے جہاز سے کراچی لے جایا گیا اور یہاں جنازہ کے بعد مدرسہ کے احاطہ میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وارضه وارض عنه واكرم نزله ووسع مدخله وادخله الجنة اللهم لاتحرمنا اجره ولا تفتنا بعده وصلى الله تعالىٰ على خير البرية سيدنا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين وبارك وسلم

''جہاں تک اسلامی ملکوں کے سربراہوں اور راہنماؤں کا تعلق ہے، ان کو سمجھنا چاہئے کہ اس اندھا دھند تجدد و مغربیت اور تشکیک سے خواہ وقتی طور پر ان کو اور ان کے جانشینوں کو فائدہ پہنچے مجموعی طور پر ملت کو ایسا نقصان پہنچے گا اور اس کی جڑیں اس طرح ہل جائیں گی کہ صدیوں تک اس کی تلافی نہ ہوسکے گی۔''

(بصائر وعبر، شوال المکرم۔ ۱۳۸۸ھ)